نکاح بیوگان

(از مولوی ابوالرشید عبدالرؤف خاں صاحب رحمانی مدرس رحمانیہ)

مذہبی تعلیم کے لحاظ سے بیواؤں کے حق میں پناہ کی جگہ اسلام ہی ہے جو بآنگ دہل اعلان کرتا ہے "وانکحوا الایامی منکم" بیوگان کی شادی کردیا کرو۔ (سورۂ نور پارہ ۱۸)

حدیث شریف میں ہے کہ اے علی تین چیزمیں تاخیر جائز نہیں ہے۔ جب نماز کا وقت ہوجائے فوراً پڑھی جائے، جب جنازہ حاضر ہو فوراً تیار ہونا چاہیے جب رانڈ اور بیوہ ہو فوراً نکاح کردینا چاہیے۔ اسکے برخلاف ہندوں کے گرو سوامی دیانند کی تعلیم ہے کہ شریف ذاتوں (برہمن۔ کھتری۔ ویش) میں کرر شادی نہیں ہوسکتی ہاں شودر قوم میں کرر شادی ہوجاتی ہے اور اسی وجہ سے اس اچھوت وشودر قوم کو ہندؤں نے اپنے سے علیحدہ کررکھا ہے لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ جب مسلمانوں کو اس اعلیٰ تعلیم کے باوجود اس امر پر توجہ نہیں ہے بلکہ کتنے ہی لوگ ہیں جو دوبارہ شادی نکاح کو عیب خیال کرکے بہت قبیح سمجھتے ہیں۔ کاش مسلمان بیوگان کے حال زار پر غور کرتے ان کے ناگفتہ بہ حالات کا مطالعہ کرتے ان کے دردناک حالات پر دو آنسو بہاتے اور ان کے رنجدہ واقعات اور افسوسناک داستانوں کو سنکر اپنی آنکھیں کھولتے۔ حیف صد حیف وہ مسلمان جنکو مذہبی تعلیم حاصل ہے نہ صرف اجازت واباحت ہی ہے بلکہ صاف لفظوں میں حکم فرمایا گیا ہے کہ بیواؤں کا نکاح کردو مگر ہندوستان کے مسلمان ہندؤں سے مل جلکر رہنے سہنے سے اس تعلیم کو بھول گئے اور رسمی ومذہبی طور پر ان کی طرح یہ بھی نکاح بیوگان کو سخت عیب اور برا سمجھنے لگے ہمیں کیا خود ہندوں اور آریوں کو ان کے حال زار پر رحم آیا اور خون کے آنسو بالآخر انہوں نے بہائے حالانکہ ان کو مذہب نہیں سکھاتا پھر بھی خلاف مذہب کرنے پر وہ آمادہ ہیں ۱۹۱۷ء کا ذکر ہے کہ "آریہ گزٹ" نے ایک مضمون لکھا تھا جو اسکے لفظوں میں درج ہے" درحقیقت آج ہندو دہواؤں (بیوہ) کی حالت نہایت ناگفتہ بہ ہے اور زیادہ قابل افسوس بات یہ ہے کہ انکی تعداد دن بدن بڑھتی چلی جارہی ہے ۱۸۸۱ء کی مردم شماری میں نو سال تک کی دوہوا بچیاں ۶۳ ہزار ۵۰۷ دھتیں لیکن ۱۹۱۱ء کی مردم شماری میں نو سال کی دوہوا لڑکیوں کی تعداد ۷۷ ہزار نو سو ۸۵ ہوگئی ہے اور چوبیس سال کی عمر کی دوہوائیں ۱۸۸۱ء میں ۶ لاکھ دس ہزار چار سو ۹۲ تھی لیکن اسی عمر تک کی ۱۹۱۱ء میں سات لاکھ دو ہزار ہوگئیں۔ ۱۸۸۱ء میں کل ہندو دہواؤں کی تعداد ۱/۲ ۱ کروڑ سے بھی بہت کم تھی لیکن ۱۹۱۱ء میں دو کروڑ انیس ہزار ہوئی ہے اب جبکہ چھ سال اور گذر چکے ہیں اس عرصہ میں تعداد اور بڑھ گئی ہوگی"۔ (آریہ گزٹ ۱۶ اگست ۱۹۱۷ء ص۷) چنانچہ اسی قسم کی آہ وفغاں کا یہ اثر ہوا کہ ہندؤں میں قانون پاس ہوگیا اور صرف اسلامی تعلیم کے مطابق اب ہندؤں کا بھی دستور العمل ہے۔ مولانا شاہ عبدالعزیزؒ نے رسالہ "نکاح ثانی" میں لکھا ہے" پس الیق بحال ایشاں آنست کہ خود را از زمرہ سادات وشیوخ نہ شمارند بلکہ در زمرۂ راجپوتاں ورانگھڑاں ودیگر کفرۂ فجرۂ ہندوستان داخل نمانید۔ یعنی ایسے مسلمانوں کو جو اس نکاح پر عیب گیر ہیں انکو چاہیے کہ مسلمان اور سید اپنے کو نہ جانیں بلکہ رانگھڑ اور راجپوت دوسرے کافران ہند سے سمجھیں۔ عرصہ ہوا کہ مولانا احمد علی سہارنپوری مرحوم نے جنھوں نے بخاری پر حاشیہ چڑھایا ہے ایک فتویٰ نکاح ثانی کے بارہ میں لکھا تھا جسکا خلاصہ یہ ہے کہ عورت کے نکاح ثانی کو جو عیب سمجھے وہ کافر ہے اور اس فتویٰ پر چالیس سے زیادہ عالموں کی مہر اور

دستخط ہیں وبحوالہ تحفۃ الہند صفحہ ۱۱۱ یہ آفت صرف ہند کی ولایت میں ہے ورنہ مکہ معظمہ مدینہ منورہ اور سارے عرب وروم وفارس و ترکستان چین کہیں یہ رسم بد نہیں ہے ان ممالک کے تمام مسلمانوں میں نکاح بیوہ بڑی خوشی سے ہوا کرتا ہے ہماری زبانی نہیں بلکہ ایک ثالث بانصیر شاعر خوش بیان کی زبانی سنئے ۔ مثلیں بات یہ ملک ایران میں ہے نہیں مصر اور روم افغان میں ہے نہ مکہ مدینہ نہ توران میں ہے نہ یہ کربلا میں نہ کنعان میں ہے مگر ہند میں شرکوں کا چلن مسلمان گئے سیکھ باصد محن ہے نہیں حبش میں اور نہ ہی چین میں ہے نہ لداخ وطہران و ماچین میں ہے نہ قندھار و کابل کے آئین میں ہے نہیں رسم بد یہ کسی دین میں ہے مسلماں گئے بھول راہ ہدی ہے لگے کرنے کار بد وبد نما ہے یہ مسدس بہت طویل ہے ہم نے بنظر اختصار اتنے پر کفایت کی ہے۔

ہندوؤں کا یہ شبہ کہ خاوند بمنزلہ پرمیشر کے ہے اور پرمیشر ایک ہوتا ہے لہذا خاوند ایک ہونا چاہئے بالکل غلط ہے خاوند کو پرمیشر قرار دینا ہی صریح غلطی ہے۔ دنیا میں سیکڑوں ہزاروں خاوند وشوہر ہیں تو کیا ہزاروں پرمیشر بھی ہو گئے ظاہر ہے کہ ایسا خیال تار عنکبوت سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتا۔

ہم مسلمانوں کو توجہ دلاتے ہیں کہ انکی اس رسم بد سے دو باتیں ڈبل اور دو خرابیاں اٹل پیدا ہو جاتی ہیں ایک تو اس سے یہ لازم آیا کہ جو طریقہ اللہ پاک نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خاص کیا ہے کہ رسول کریم کی بیبیوں کا بعد ان کے نکاح نہ ہو کیونکہ وہ مسلمانوں کیلئے بجائے ماں کے ہیں نہ یہ آپ کیلئے خاص تر ہے بلکہ دوسری بیوگان بھی گویا لوگوں کی مائیں ہوئیں جن سے نکاح کرنا عیب ہے۔ دوسری خرابی اس سے یہ لازم آئی کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم وحضرت علیؓ کی ان تمام بیٹوں پر جو دوبارہ نکاح میں دیں گئی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیوی اور بہت سی ان صالحہ بیبیوں پر جن کا نکاح ثانی ہوا ان تمام پر عیب لگایا اور بسبب ان کے نکاح ثانی کے ان کو قبیح سمجھا اور اپنے نکاح ثانی نہ کرنیکو افضل جانا ہیچ ہے بریں عقل ودانش بباید گریست۔ وہ بیبیاں یہ ہیں۔ بی بی رقیہؓ ان کا پہلا خاوند۔ عتبہ بن ابی لہب دوسرے خاوند حضرت عثمانؓ۔ حضرت ام کلثوم کا پہلا خاوند عتبہ کا بھائی عتیبہ تھا دوسرے خاوند ان کے حضرت عثمانؓ حالانکہ یہ دونو بی بیاں رسول کریم کی بیٹیاں تھیں اور لخت جگر حضرت فاطمہؓ کی بیٹی جن کا نام بھی ام کلثوم تھا ان کے چار نکاح ہوئے پہلے خاوند ان کے حضرت عمر فاروق تھے اور تین خاوند جعفر طیار کے تینوں بیٹے تھے پہلے عونؓ دوسرے محمدؓ تیسرے عبداللہؓ علاوہ ازیں اسپر غور کرو کہ سوائے عائشہؓ کے رسول کریم کی تمام بی بیاں وہ تھیں جنکو آپ سے پہلے متعدد نکاح کا اتفاق ہوا۔ مثلاً حضرت خدیجہؓ جو سب میں افضل تھیں ان کے تین نکاح ہوئے اسی طرح حضرت حفصہ حضرت زینب حضرت میمونہ حضرت ام سلمہ حضرت ام حبیبہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہن کا بھی یہ دوسرا نکاح تھا۔ اسیطرح ام رومان حضرت عائشہؓ کی ماں کا پہلا خاوند عبداللہ بن سنجر اور انکے دوسرے شوہر حضرت ابوبکر صدیقؓ تھے۔ تفصیل کیلئے احادیث کی شرح ملاحظہ ہوں۔

پس مسلمانو ہم آپ سے ان واقعات کو سامنے رکھکر اور نکاح ثانی نہ کرنیکی صورت میں تمام خرابیاں بتاکر باادب درخواست کرتے ہیں کہ آپ لوگ ایسے نکاحوں کو ضروری سمجھیں اور جہاں کہیں بیوہ عورت ہو آپ کوشش کرکے نکاح کرادیں تو آپ کے نامہ اعمال میں نیکیاں لکھی جائیں گی۔

وماعلینا الا البلاغ